امام احمد رضا

تحقیق کے آئینہ میں

مصنف

جناب محمد فاروق خاں صاحب رضوی

صدر سنی حنفی آرگنائزیشن (ایس ایچ او)، ناگپور

ناشر سنی حنفی آرگنائزیشن (ایس ایچ او)

نزد دیواڑیا کانگریس بھون، بھالدار پورہ، ناگپور (مہاراشٹر) انڈیا۔

e-mail : sunni_hanfi_organization@gmail.com

بسم اللہ الرّحمنٰ الرّحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ـــــ امابعد

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت الشّاہ امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عالمِ اسلام کی عظیمُ الشّان شخصیتوں میں سے ہیں آپ کی ذاتِ گرامی کسی **تعارف کی محتاج نہیں** الحمدللہ ! آج آپکی بزرگی، شان و عظمت، علمی اور تجدی کارناموں کا ڈنکا دنیا کے گوشے گوشے میں بج رہا ہے اور آپ موجودہ دور میں امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے جدّ اعلیٰ جناب سعید اللہ خاں قندھار کے ایک مشہور قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے جو مغلوں کے دور میں ہندوستان تشریف لائے اور پھر اسی ملک کے ہوکر رہ گئے۔ جناب سعید اللہ خاں صاحب مغل حکومت میں اپنی قابلیت و فنِ سپاہ گری کی بدولت معزّز عہدہ پر فائز رہے اُن کے بیٹے جناب سعادت یار خاں بھی اپنے والدِ گرامی کی طرح ہی ایک قابل سِپہ سَالار تھے وہ مغل حکومت کی جانب سے ایک جنگی مہم سَر کرنے روہیل کھنڈ آئے۔ فتح یابی کے بعد اُن کا روہیل کھنڈ میں ہی اِنتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادے اعظم خاں تھے جو بعد میں بریلی آکر مقیم ہوگئے اور بریلی کو ہی انھوں نے اپنا وطن بنا لیا۔ ان ہی کے صاحبزادے کاظم علی خاں صاحب تھے جو کہ شہر بَدایوں کے تحصیلدار تھے ان کو آٹھ گاؤں جاگیر میں ملے تھے۔

یہ خاندان جناب کاظم علی خاں صاحب تک مغل حکومت میں مختلف معزّز عہدوں پر قائم رہا۔ لیکن جناب کاظم علی خاں صاحب کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا رضا علی خاں نے اپنا یہ خاندانی طرزِ زندگی تبدیل کر دیا اور بادشاہوں کے دربار سے اپنا کبھی بھی تعلق نہ رکھا اور ساری زندگی درویشی و فقیری میں گزار دی۔ اِس خاندان میں انہی کے زمانے سے دنیوی حکمرانی کا دور ختم ہوا اور فقیری و درویشی کا رنگ غالب آیا۔ مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ اپنے وقت کے قطب اور ولیٔ کامل اور روہیل کھنڈ کے بزرگ ترَین علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔

حضرت علاّمہ نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی کے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد کے بعد جب آپ مَسندِ شریعت پر رونق افروز ہوئے تو اُنھوں نے اپنے دور میں بڑے بڑے عِلمی و تجدی کارنامے انجام دئے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں تقریباً تیسؔ کتابیں لکھیں جن میں الکلام الاوضح فی تفسیر سورہ الم نشرح ـ امر الارکان ـ سرور القلوب فی

ذکر المحبوب وغیرہ مشہور و معروف ہے۔ آپ کے گھر بتاریخ ۱۴ جون ۱۸۵۶ عیسوی بمطابق ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ ہجری میں امام اہلسنت، مجدّد دین وملت، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ المولیٰ تعالیٰ عنہ کی ولادت با سعادت ہوئی۔ آپ کا اسمِ شریف محمّد رکھا گیا اور تاریخی نام المختار ـــــ جدّ امجد (دادا جان) مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا اور یہی نام مشہور و معروف ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت نے خود اِس آیت کریمہ سے اپنا سنہ ولادت نکالا ہے ـــــ اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ۔ ترجمہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں میں رب تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روحُ القدّوس کے ذریعے ان کی مدد فرمائی ہے۔

امام احمد رضا کے تین بھائی اور تین بہنیں تھی۔ سب سے چھوٹی بہن کا جوانی میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے اور دو بہنوں میں چھوٹے تھے۔ آپ کے بچپن کی زندگی کے واقعات پڑھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ بچپن میں بھی بچوں کے ساتھ نہ کھیلتے تھے۔ محلہ کے بچے کبھی گھر میں آکر کھیلتے تو بھی آپ ان کے ساتھ کھیل میں شریک نہ ہوتے بلکہ ایک کونے میں خاموش بیٹھے دیکھا کرتے۔ اُس زمانے میں بچوں میں پتنگ اڑانے کا عام رواج تھا۔ آپ پتنگ بھی نہ اڑاتے بلکہ اگر کٹی پتنگ آپکے گھر آکر گرتی تو آپ اٹھاتے اور اپنے والدِ ماجد کے پلنگ کے نیچے رکھ دیتے۔ وہ آتے اور دریافت کرتے کہ میرے پلنگ کے نیچے پتنگ کس نے رکھ دی ہے؟ عرض کیا جاتا۔ احمد رضا نے رکھی ہے۔ تو فرماتے "انھوں نے پتنگ خود نہ اڑائی! میرے اڑانے کیلئے رکھ دی! ہاں بھائی انھیں اللہ تعالیٰ نے لہو ولعب کیلئے پیدا ہی نہیں کیا" ـــــ غرض کہ اعلیٰ حضرت کو کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہ تھی آپ اپنا وقت کھیل کُود میں برباد کرنے کی بجائے کتابیں پڑھنے میں مشغول رہتے۔

ایک روز صبح کو بچے مکتب میں پڑھ رہے تھے اُن میں اعلیٰ حضرت بھی شامل تھے ایک آنے والے بچے نے استاد کو ان الفاظ میں سلام کیا "السّلام علیکم" استاد صاحب نے جواب میں کہا جیتے رہو۔ آپ نے فوراً استاد صاحب سے عرض کیا کہ یہ تو جواب نہ ہوا۔ انھوں نے پوچھا کہ اس کا جواب کیا ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ اس کا جواب وعلیکم السّلام ہے۔ اِس پر استاد صاحب بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ چھوٹی چھوٹی شرعی غلطی پر آپ بچپن ہی میں بِلا تکلف بول دیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غلطی کی تصحیح قدرت ہی نے آپ کی عادتِ ثانیہ بنادی تھی۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ بچپن سے ہی نہایت ذہین تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد حضرت علامہ نقی علی خاں صاحب سے حاصل کی اور صرف چار۴ سال کی عمر شریف میں قرآنِ کریم ناظرہ ختم کیا۔ اور چھ۶ سال کی عمر میں عیدِ میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر بہت بڑے مجمع کے سامنے مسلسل پونے دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی۔ مولانا عبد العلی رام پوری۔ شاہ ابو الحسین احمد نوری۔ مرزا غلام قادر بیگ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

نئی تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہونچ چکی ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ۷۱ علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ آٹھ۸ سال کی عمر میں آپ نے عربی درسی کتاب ہدایۃ النحو کی شرح لکھی جو آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ دس۱۰ سال کی عمر میں درس کی مشہور کتاب مسلم الثبوت پر حاشیہ لکھا اور ۱۸۶۹ء میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ اُس وقت آپ کی عمر تیرہ۱۳ سال دس۱۰ ماہ پانچ۵ دن کی تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ۔ "میں نے جب پڑھنے سے فراغت پائی اور میرا نام فارغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا تو یہ واقعہ ۱۲۸۶ ھجری کا ہے اس وقت میں تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا تھا۔ اُسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی تھی اور میری طرف شرعی احکام متوجّہ ہوئے تھے"۔ اعلیٰ حضرت نے تیرہ۱۳ سال کی ہی عمر میں سب سے پہلا فتوی تحریر فرمایا اور پھر عمر بھر فتوی نویسی کے کام کو باحُسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ فتوی نویسی کے یہ فرائض بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے لِلّٰہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ــــ "بھائیو! ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین"۔ ترجمہ:۔ بھائیو! میں تم سے اِس پر کوئی اَجر نہیں مانگتا میرا اَجر تو سارے جہاں کے پرَوردگار کے پاس ہے اگر وہ چاہے۔

اعلیٰ حضرت نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ ھجری سے فتوے لکھنے شروع کیے اور صفر ۱۳۴۰ ھجری تک برابر ۵۴ سالوں تک فتوے لکھتے رہے۔ آپ کے پاس برّ اعظم ایشا۔ افریقہ۔ برما۔ چین۔ افغانستان۔ حجازِ مقدّس۔ امریکہ وغیرہ سے بکثرتِ استفتا آتے تھے۔ ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجایا کرتے تھے۔ افریقہ سے بے شمار سوالات آتے رہتے تھے چنانچہ جب انھیں جمع کر کے شائع کیا گیا تو ایک مستقل کتاب بن گئی جسکا نام آپ نے السّنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ تجویز فرمایا۔ آپ سے جس زبان میں سوال کیا جاتا اُسی زبان میں جواب ارسال کیا جاتا حتّٰی کہ انگریزی سوالات کے جوابات انگریزی میں بھیجے جاتے تھے۔ آپ کے فتوؤں کو جب جمع

کیا گیا تو بڑے سائز میں کل ۱۲ جلدیں تیار ہوئی جس کی ہر جلد تقریباً نو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اسکا نام آپ نے "العطایا النبوۃ فی فتاوی رضویہ" تجویز فرمایا۔ فتاوی رضویہ میں اردو۔ فارسی۔ عربی۔ اور انگریزی چاروں زبانوں میں فتوئے ملتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور قانون داں پروفیسر ڈی۔ ایف۔ ملاّ نے فتاوی عالمگیری اور فتاوی رضویہ کو ہندوستان کے دو فقہی شاہکار قرار دیا ہے۔ شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال جنہوں نے فتاوی رضویہ کا مطالعہ کیا تھا یہ اظہار خیال کیا ہے کہ ____ "مولانا احمد رضا بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ اُن کے فتاوی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحتیوں سے بہراور تھے اور پاک و ہند کے نابغۂ روزگار فقیہ تھے"۔

(بحوالہ مقالات یوم رضا۔ صفحہ ۱۰۔ جلد ۳)

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو ۷۱ علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی۔ ۲۱ علوم انھوں نے اپنے والدِ ماجد سے حاصل کیے تھے۔ ۴۰ علوم و فنون آپ نے اپنے اُساتذہ سے حاصل کیے اور ۱۰ علوم ایسے ہیں جن کے بارے میں آپ نے خود لکھا ہے کہ ____ "میں نے اُساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پر نقادِ علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے"۔ اس طرح آپ نے ۷۱ علوم و فنون پر تقریباً ۵۵ سال میں تیرہ سو کے قریب کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہے اور غالباً تاریخ اسلام میں اس قدر کثیر التصانیف عالم آج تک کوئی دوسرا نہیں گزرا۔

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ ۱۸۷۷ء میں اپنے والدِ ماجد کے ساتھ مارہرہ مقدسہ حاضر ہوئے اور حضرت سیّدنا و مولانا شاہ آلِ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ مبارک پر سِلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ اُسی وقت آپ کے پیرو مُرشد شاہ آلِ رسول نے آپ کو اِجازت و خِلافت سے نوازہ۔ بعض مُریدین جو اُس وقت حاضرِ بارگاہ تھے عرض کیا کہ حضور اِس کم عمر نوجوان لڑکے پر یہ کرم کہ مُرید ہوتے ہی تمام سَلاسِل کی اِجازت و خِلافت عطا فرما دی نہ رِیاضت و مُجاہدہ کا حکم ہوا نہ ہی چِلّہ کشی ہی کرائی گئی؟ مُریدین کی اِس بات کو سُن کر حضرت شاہ آلِ رسول علیہ الرحمہ آبدیدہ ہوگئے اور روتے ہوئے اِرشاد فرمایا۔ "لوگوں تم کیا جانو احمد رضا کون ہے! اگر رب تعالیٰ بروزِ قیامت مجھ سے دریافت فرمائے کہ اے آلِ رسول تو دنیا سے ہمارے لیے کیا لایا تو میں عرض کرونگا کہ مولیٰ میں تیری بارگاہ میں احمد رضا کو لایا ہوں" ____ سبحان اللہ۔ کیا مقام ہے امام احمد رضا کہ آپ کے پیرو مرشد بھی آپ پر نَاز کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو ۱۳ سلاسِل طریقت میں اِجازت و خِلافت حاصل تھی۔

عشقِ رسول امام احمد رضا کی زندگی تھی۔ چنانچہ وہ عاشقِ رسول ہو کر دنیاء

عشق میں مشہور ہوئے اور عاشقِ رسول سے پہچانے گئے ۔ امریکہ کی کیلیفورنیا یُونیورسٹی کی شعبۂ تاریخ کی فاضِلہ ڈاکٹر باربرا مِٹکاف اپنی کتاب اِسلامک رِیوَول اِن برٹیش انڈیا (Islamic Revivalin British India) میں صفحہ ۳۰۲ پر لکھتی ہیں کہ ـــــ

"محبت رسول فاضل بریلوی امام احمد رضا کی ایک خاص پہچان ہے"۔

ایک مرتبہ آپ کی کسی محلہ میں دعوت تھی اِرادت مَندوں نے ایک پالکی کا اہتمام کیا چنانچہ آپ اس میں سوار ہوگئے اور چار مزدور پالکی اپنے کاندھوں پر اٹھاکر چل دیئے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ آپ نے آواز دی پالکی روک دو۔ پالکی رک گئی آپ باہر تشریف لائے اور بھرّائی ہوئی آواز میں مزدوروں سے فرمایا سچ سچ بتائیے آپ میں سیّد زادہ کون ہے ۔ لیکن مزدور خاموش تھے۔ آپ نے پھر کہا خدا کا واسطہ مجھے بتایئے آپ میں سیّد زادہ کون ہے ؟ ایک مزدور نے آگے بڑھ کر عرض کیا حضور میں سیّد ہوں۔ یہ سُننا تھا کہ لوگوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا کہ عالمِ اسلام کے مُقتدَا ، اپنے وقت کے مجددِ اعظم نے اپنا عمامہ شریف اس سید زادے کے قدموں میں رکھ دیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپ ہاتھ جوڑ کر اِلتجا کر رہے ہیں ــ " مُعزّز شہزادے میری گستاخی مُعاف کر دیجیئے بے خیالی میں مجھ سے یہ بھُول ہوگئی۔ ہائے افسوس ! کل بروزِ محشر آقا صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ سوال پوچھ لیا کہ احمد رضا میرے فرزند کا دوشِ نازنین (کندھا) اِس لیے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے ۔ تو میں کیا جواب دونگا۔ سیّد زادے نے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پکڑ لیئے اور رونے لگے اور کہا حضور مجھ گُمنام مزدور کے لیے آپ نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے مُعاف کیا۔

۔ امامِ اہلسنت نے پھر روتے روتے اِلتجائے محُبت پیش کی کہ اے میرے آقا اس لاشعوری میں مجھ سے یہ خطا ہوگئی ہے اب آپ اِس پالکی میں سوار ہو جائے اور میں پالکی کو کاندھا دونگا یہ ہی میری خطا کا کفّارہ ہے۔ اِس التجا کو سُننے کی کسی میں تاب نہ تھی لوگوں کی چیخیں نکل گئی اور آنکھوں سے جیسے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا تھا۔ ہزار انکار کے بعد آخر مزدور شہزادے کو پالکی میں سوار ہونا ہی پڑا اور لوگ محوِ حیرت تھے کہ اہلسنّت کا جلیلُ القدر امام مزدوروں میں شامل ہوکر اپنے آقا و مولیٰ صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خُوشنودی کی خاطر ایک گُمنام مزدور شہزادے کے قدموں پر عالمگیر شہرت کا اِعزاز قربان کر رہا ہے۔ جس امام کا محبّت آلِ رسول میں جب یہ حال ہے تو اسکے عشقِ رسول کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر عشقِ رسول کا دوسرا نام امام احمد رضا کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

مکّہ معظّمہ میں ہزاروں ہندوستانی علماء گئے اور آئے مگر وہاں کے جلیلُ القدر

اکابر علماءِ اہلسنّت نے جس سے حدیث کی سند یں حاصل کی جسکے مُبارک ہاتھوں پر بیعت کی اپنا اُستاد اور محسن سمجھا، کمالِ عزّت و احترام کیا۔ جنھیں مجدّدِ اعظم، امام اہلسنت کے مبارک خِطابوں سے مخاطب کیا وہ آپ ہی کی ذات بابرکات ہے۔

امام احمد رضا کے قیامِ مکۃ معظمہؔ کے موقع پر مکۃ معظمہ کے جلیل القدر بزرگ عالمِ دین امامُ الوقت عارفِ باللہ حضرت سیدنا حسین بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جب پہلی بار آپ پر پڑی تو بے اختیار پکار اٹھے ـــ انی لا جد نور اللّٰہ فی ھذا الجبین ـ ترجمہ:۔ یعنی میں اس شخص کی پیشانی سے اللہ کا نور جھلکتا پا رہا ہوں۔

حافظ کتُب الحرام سیّد اسمعیل خلیل مکّیؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کے مکۃ معظمہ کے جلیلُ القدر عالم اور اپنے وقت کے عظیم فقیہ تھے اُن کی خواہش پر اعلیٰ حضرت نے ہندوستان سے اپنے چند عربی فتاوے اُنھیں روانہ فرمائے۔ تو اُسے پڑھ کر وہ حیران رہ گئے اور ایک تحریر روانہ فرمائی جس میں انھوں نے لکھا ـــ " واللّٰہ اقول و الحق اقول لورا ھا امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللّٰہ تعالی عنہ لا قرّت عینیہ و لجعل مؤلّفھا (امام احمد رضا) من جملۃ الاصحاب " ـ ترجمہ:۔ اور اللہ کی قسم کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں اِن فتووں کو اگر امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ لیتے تو یقیناً اُن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچتی اور وہ اِن کے لکھنے والے امام احمد رضا کو اپنے شاگردوں میں شامل کرلیتے۔

عَلاّمہ شیخ احمد ابو الخیر میر داد مکّیؔ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ـ " الحمدللّٰہ علی وجود مثل ھذا الشیخ امام احمد رضا البریلوی فانی لم مثلہ فی العلم و الفصاحۃ " ـــ ترجمہ:۔ امام احمد رضا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ بیشک میں نے عِلم اور فصاحت میں اُن جیسا نہیں دیکھا۔

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق علماء حرمین طیبین نے جو اظہارِ خیال فرمایا ہے اگر اُسے ہی لکھا جائے تو ایک دفتر ہو جائے جس کی اس مختصر مقالے میں گنجائش نہیں لہذا طوالت کے خوف سے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ حرمین طیبین کے جلیلُ القدر علماء دین نے اعلیحضرت کے متعلق جو نیک خیالات کا اظہار کیا ہے انکی تفصیل جاننے کے لیے حسّامُ الحرمین، الدولتہ المکیہ، الاجازاۃ المتینہ لعلماء مکۃ و المدینہ۔ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

۱۸۷۷ء میں آپ اپنے والد کے ساتھ پہلی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارتِ حرمین شریفین کیلئے حاضر ہوئے تو وہاں کے امامِ شافعیہ مسجدِ الحرام شیخ حسین بن صالح جملُ اللیل کی

فرمائش پر اُن کی تصنیف "الجوہرۃ المضیہ" کا اردو میں ترجمہ کیا اور حواشی تحریر فرمائے۔

دوسری بار ۱۹۰۵ء میں آپ حرمین طیبین حاضر ہوئے تو علماء حرمین نے پہلے سے بھی زیادہ پذیرائی کی اور آپ سے حدیث و فقہ کی اجازت حاصل کی اور بہت سے جلیل القدر علما بھی آپ کے دستِ مُبارک پر بیعت ہوئے۔ اُسی سال ہندوستان کے چند دیوبندی مولوی حضرات بھی وہاں پہلے سے ہی موجود تھے۔ اُنھوں نے وہاں کے بادشاہ شریف علی پاشا جنھیں شریفِ مکّہ کے نام سے پکارا جاتا تھا کسی طرح اُن کے دربار تک رسائی حاصل کی اور امام احمد رضا کے متعلق یہ الزام لگایا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عِلمِ غیب کو اللہ کے علم کے برابر مانتے ہیں (معاذ اللہ) شریفِ مکّہ نے اس بات کا جواب آپ سے طلب کیا۔ آپ نے اِس اعتراض کے جواب میں کچھ لکھنے کے لیے وقت مانگا اور پھر دوسرے ہی دن جب کہ آپ کے پاس اُس وقت احادیث وائمہ کرام کی کتابیں موجود بھی نہ تھی محض اپنی یادداشت کی بنا پر آٹھ گھنٹے میں تقریباً تین سَو صفحات کی عربی زبان میں کتاب تحریر فرمائی جس کا نام "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" ہے اس کتاب میں حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عِلمِ غیب کو آپ نے سیکڑوں دلائل سے ثابت فرمایا ہے لیکن وہیں یہ بھی واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں حضور کا علم قطرے کے برابر بھی نہیں۔ چنانچہ شریفِ مکّہ اور علماء حرمین طیبیں آپ کے اِس علمی شاہکار سے بہت متاثر ہوئے اور سیکڑوں علماء نے اس پر اپنی تصدیقات ثبت فرمائی۔ یہ کتاب آج آسانی سے اُردو ترجمہ کے ساتھ عام بُک اِسٹالوں سے مل جاتی ہے۔

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کا ایک عظیم کارنامہ قرآن پاک کا بہترین ترجمہ کنزالایمان ہے جو اردو میں ہے۔ موجودہ دور میں اس سے بہتر قرآن کریم کا بامُحاورہ ترجمہ موجود نہیں۔ کنزالایمان ۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا یعنی اعلیٰ حضرت کے وصال سے دس برس قبل۔ یہ وہ دور تھا جب ہر مسلک و مذہب کے اکابر علما موجود تھے مگر کِسی نے کنزالایمان پر حرف گیری نہ کی۔ کنزالایمان پر متعدد علماء اور دانشوروں نے مَقالات قلمبند کیے ہیں۔ ایک اہلِ حدیث عالِم سعید بن عزیز یوسف زئی (امیر جمعیت برادران اہلِ حدیث۔ پاکستان) نے اپنے مَقالے میں کنزالایمان کی ایک خصوصیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن ہے جس میں پہلی بار اِس بات خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علوت، تقدّس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظِ خاطِر رکھا گیا ہے جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہلِ حدیث سمیت کسی بھی مکتبِ فِکر کے عُلما کے ہوں اُن میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ جناب

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اوروں کی طرح نقلی و لغوی ترجمے سے کام نہیں لیا بلکہ صاحب مایطلق عن الھوٰی اور ورفعنا لک ذکرک کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظِ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے "۔

(از :۔ مولانا سعید بن عزیز ___ "کنزالایمان اہلحدیث کی نظر میں" صفحہ ۹۰)

کنزالایمان کے کئی زبانوں میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں ۔ مثلاً ___ لندن یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا جو پاکستان لاہور سے منظرِ عام پر آچکا ہے۔ دوسرا انگریزی ترجمہ شاہ فرید الحق صاحب نے کیا ہے۔ اور تیسرا انگریزی ترجمہ مارہرہ کے ایک بزرگ کر رہے ہے۔ سِندھی زبان میں مفتی محمد رحیم سکندری صاحب نے ترجمہ کیا ہے۔ بنگالی زبان میں رضا اکیڈمی (چٹگام) سے بھی کنزالایمان کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ ڈَچ زبان میں جناب سَر تاج حسین رضوی صاحب نے ترجمہ کیا ہے۔ گجراتی زبان میں بھی مکتبۃُ المدینہ ممبی سے کنزالایمان کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ ناچیز (محمد فاروق خاں عفرلہٗ) نے پہلے دس۱۰ پاروں کا ہندی میں ترجمہ کیا اور پھر بعد میں رضا اکیڈمی ممبی سے مکمل تیس۳۰ پاروں کے ساتھ ہندی زبان میں کنزالایمان کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند احباب نے قرآن کی تفسیر کی طرف توجّہ دلائی چنانچہ آپ نے سُورۃ والضحیٰ کی تفسیر سے آغاز کیا لیکن جب لکھنے بیٹھے تو چند آیات کی تفسیر ۸۰ جز تک جا پہنچی۔ پھر دوسری مصروفیات کی بنا پر لکھنا بند کر دیا۔ یقیناً آپ تو پورے قرآن کی تفسیر لکھ دیتے لیکن ہم اسکے پڑھنے اور سمجھنے کا حق ادا نہیں کر پاتے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے سِینۂ مبارکہ کو اللہ ربُّ العزّت نے عُلوم و فنون کا خزینہ بنایا تھا۔ اُن کا تحقیقی معیار دورِ جدید کے تحقیقی معیار سے بھی بلند ہے۔ وہ اپنے علمی رسائل و کتب کو عقلی اور نقلی دلائل سے ایسا مزّین کرتے ہیں کہ قاری مطمئن ہو جاتا ہے اور تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ کا ایک رسالہ شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ہے جو ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے یہ رسالہ آپ نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاچا ابو طالب کے کُفر کے متعلق لکھا ہے جس میں حضور صلیّ اللہ علیہ وسلم، صحابہ، اور ائمہ دین سے لیکر آج تک کے علماء کرام کا ابو طالب کے کفر پر اجماع ثابت کیا ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ اِس مختصر سے رسالہ میں ۱۲۰ کتابوں کے حوالے نقل کیے ہیں۔ آپ کی علمی تحقیقات کی یہی شان ہے۔

آپ کی قوّتِ حافظہ بہت تیز تھی آپ کا قلم بھی سیلِ رواں کی طرح چلتا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں آپ سخت بیمار تھے چنانچہ اَطِبّاءَ کے مشورے پر آپ بھوالی (نینی تال) میں ہوا تبدیلی کے لیے

گئے لیکن وہاں بھی آپ کو کہاں آرام تھا لہذا آپ کے لکھنے میں کوئی کمی نہ آئی اور ایک ماہ کے اندر پانچ رسائل تصنیف فرمائے ۔ یہ حقیقت بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس زمانے میں شدید عُلیل تھے اور کتابیں پاس نہ تھیں ، اور اُسی بیماری کی وجہ سے تین ماہ بعد آپ کا وصال ہوا لیکن پھر بھی آپ کی نگارشات سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ شدید عُلیل ہیں اور نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ کتابیں پاس نہیں آپ کا حافظہ بجائے خود ایک کُتب خانہ تھا۔

امام احمد رضا نے دینی علوم کے علاوہ دنیاوی علوم و فنون پر بھی کتابیں لکھیں۔ آپ نے سائنس، ٹیکنالوجی، جوامیٹری ،ریاضی (اَلجَبرا) اِنجینیرنگ ، جُغرافیہ ، فُلکیات وغیرہ جیسے عُلوم پر بھی سیکڑوں کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

علیگڑھ مُسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سرضیاالدین یُورپ میں تعلیم حاصل کر چکے تھے اور برّصغیر میں صفِ اوّل کے رِیاضی دَاں مانے جاتے تھے ۔ اِتفاق سے ریاضی کے ایک مسئلہ میں ان کو مشکل پیش آئی کافی دن غور فکر میں گزر گئے لیکن مسئلہ حل نہ ہو پایا چنانچہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جرمنی جانے کا اِرادہ کیا۔ حضرت علامہ سیّد سلیمان اشرف صاحب قادری رضوی اُس دور میں یُونیورسٹی کے شعبۂ دِینیات کے ناظم تھے انھوں نے ڈاکٹر ضیاالدین کو بریلی شریف حاضر ہونے کی صَلاح دی۔ لیکن انھوں نے یہ کہہ کر اِنکار کر دیا کہ ایک مولوی ریاضی کے اِن دَقیق مسائل کو بھلا کیا حل کر پائے گا اور خاص کر کہ جب انھوں نے کبھی کالج کی صورت بھی نہ دیکھی ہو۔ مگر سیّد سلیمان صاحب کے پیہم اِصرار پر وہ ان کے ساتھ بریلی حاضر ہوئے اور امامِ اہلسنت کی بارگاہ میں حاضری دی۔ ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پیش کیا ابھی ڈاکٹر ضیاء الدین مسئلہ بیان کر کے خاموش ہی ہوئے تھے کہ امام اہلسنت نے فوراً اس کا جواب اِرشاد فرما دیا۔ جسے سُن کر ڈاکٹر صاحب سکتہ میں آگئے اور بے اِختیار بول اٹھے کہ آج تک علمِ لَدُنی کا سنتے تھے مگر آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنا ایک قلمی رِسالہ انھیں دکھایا جو علمِ ریاضی پر تھا اور اس میں ریاضی کے ایسے ایسے دَقیق مسائل اور انکا حل تھا جسے دیکھ کر ڈاکٹر ضیاالدین حیرت میں ڈوب گئے اور بے اختیار پکار اٹھے ــ" قسم خدا کی اگر آج فِیثا غورث ہوتا تو آپ کی شاگردی پر فخر کرتا۔ میں نے اس عِلم کو حاصل کرنے کے لیے ملک بہ ملک سفر کیا۔ یُورپین اَساتذہ کی جُوتیاں سیدھی کیں تب کچھ معلومات ہوئی مگر آپ کے علم کے آگے تو میں محض ایک طِفلِ مَکتب ہوں۔ یہ تو بتائیے کہ اس فن میں آپکا اُستاد کون ہے"؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ــ" ڈاکٹر صاحب یہ فن میں نے کسی سے نہیں سکھا بس اپنے والد ماجد سے چار قاعدے. جمع تفریق ، ضرب اور تقسیم اس لئے سکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی

ضرورت پڑتی ہے۔ والد صاحب نے فرمایا تھا کہ اس علم میں زیادہ وقت ضائع نہ کرو انشا اللہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے چنانچہ آپ جو کچھ ملاحظہ فرمارہے ہیں یہ سب سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کرم ہے"۔ ڈاکٹر سر ضیا الدین امام اہلسنت کی جلالتِ علمی سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ اور آپ سے بیعت ہوگئے اور انھوں نے نماز کی پابندی کے ساتھ اپنے چہرہ پر داڑھی بھی سجالی۔

امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم ریاضی پر مختلف کتابیں لکھیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ا۔ المعنی المجلی (فارسی) ۲۔ وجوہ زوایا مثلث کروی (فارسی) ۳۔ مبحث المعادلہ ذات الدرجتہ الثانیہ (عربی) ۴۔ زاویتہ اختلاف المنظر

امریکہ کے مشہور سائنسداں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے اکتوبر ۱۹۱۹ء میں ایک دِل ہلادینے والی پیشن گوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سورج کے سامنے ایک ساتھ کئی سیارے جمع ہونگے اور اُن کے جمع ہونے پر جذب و کشش سے سورج میں ایک بڑا چھید ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں دنیا میں زبردست تباہی آئے گی۔ یہ خبر مشہور اخبار ایکسپریس (بانکی پور) میں شائع ہوئی۔ امامِ اہلسنت نے البرٹ ایف پورٹا کی اِس پیشن گوئی کو غلط قرار دیا اور اس کے ردّ میں آپ نے ایک رسالہ "معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین" کے عنوان سے لکھا جو آپ ہی کے اخبار الرضا (بریلی) سے شائع ہوا۔ امامِ اہلسنت نے اس کتاب میں کل ۱۷ دلائل سے اس پیشن گوئی کا رد کیا۔ ۱۷ دسمبر کا جب وہ دن آیا تو دنیا کے سائنسداں صبح سے شام تک بڑی بڑی دُور بینیں لیے دیکھتے رہے مگر وہ قیامت نہ آنی تھی اور نہ آج تک آئی۔

مشہور سائنسداں فیثا غورث اور دیگر سائنسدانوں کا نظریہ تھا کہ زمین گردش کرتی ہے۔ اِس نظریہ کی تائید فیثا غورث کے بہت بعد پروفیسر کاپر میکس نے کی اور اس مُردہ نظریہ کو اپنے دور میں پھر زندہ کیا۔ سن ۱۸۸۰ء میں پروفیسر البرٹ آئین اِسٹائن نے زمین کی گردش کے نظریہ کو تجربہ سے ثابت کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ البرٹ آئین اِسٹائن کے ہم عصر ہیں۔ آپ نے دلائل سے آئین اسٹائن اور اس کے ہم نوا سائنسدانوں کے حرکت زمین کے نظریہ کو باطل قرار دیا اور "فوز مبین در ردّ حرکت زمین" نامی ایک کتاب تحریر فرمائی جس میں ایک سو پانچ دلیلوں سے زمین کا ساکن ہونا ثابت فرمایا۔ ڈاکٹر اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) کے پروفیسر ابرار حسین صاحب نے اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور ماہنامہ الرضا (بریلی) کے شمارہ رجب ۱۳۳۸ھ کی ایک رپوٹ کے مطابق یہ

کتاب امریکہ ،لندن ،اٹلی ،جرمن وغیرہ کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں بھیجی جاچکی ہے۔ چنانچہ وہاں کے سائنسداں فوز مبین کے دلائل کی روشنی میں تجربات کر رہے ہیں۔

زمین کی عدم گردش کے متعلق سرسیّد احمد خاں صاحب نے بھی ایک کتاب بنام قول متین در ابطال حرکت زمین لکھی تھی جس میں اِسلامی نظریہ سے زمین کا ساکِن ہونا ثابت کیا تھا۔ لیکن اُس زمانے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ ہی وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے زمین کی گردش کے نظریہ کے خِلاف سائنس کی ہی زبان میں زمین کی گردش کو باطل قرار دیا تھا اور سائنسدانوں کے سامنے ایک نئی تحقیق رکھی۔ اور ساتھ ہی قران وحدیث کے دلائل کے ساتھ مسلمانوں کیلئے ایک دوسری کتاب "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" لکھی۔

اب تو ایک سَو سے بھی زیادہ آئین اِسٹائن کے ناقدِین پیدا ہو چکے ہیں ۔ ان ناقدین میں قیادت کا سہرا امام احمد رضا کے ہی سر ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک کتاب بعنوان HundredAuthors Against Eienstien جرمنی سے شائع ہوچکی ہے جس کے مطابق اب تک سَو سے زیادہ سائنسداں اعلیٰ حضرت کے ہم خیال اور پروفیسر آئین اسٹائِن کے نظریہ کا ردّ کرنے والے پیدا ہو چکے ہیں ۔ دورِ جدید کے گلاسکو کے سائنسداں پروفیسر وائِن برگ نے اپنی کتاب The First Three Minutes میں کچھ ایسے تجربات بیان کئے ہیں جس سے نظریۂ حرکتِ زمین باطِل قرار پاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے علم فلکیات پر جو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہے اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں___

۱۔ استخراج وصول قمر (فارسی)، ۲۔ الکسری العشری (عربی)، ۳۔ معدن علوسی در سنین ہجری و عیسوی و رومی (اردو)، ۴۔ طلوع و غروب کواکب و قمر (اردو)، ۵۔ قانون رویت اہلّٰہ (اردو) رویت الھلال (اردو)۔

اُنیسویں صَدی تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایٹم (Atom) اُس چھوٹے سے چھوٹے ذرّے کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ کیا جاسکے۔ ۱۸۹۸ء میں جے جے تھامسن نے اِنکشاف کیا کہ ذرّے کے ساتھ ایک مَنفی (Negative) ذرّہ بھی پایا جاتا ہے ۔ ۱۹۱۱ء میں رِتھرفورڈ نے مزید تحقیق کی اور اِنکشاف کیا کہ اَیٹم تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔ اور ۱۹۱۳ء میں نِیل جوہر نامی سائنسداں نے اِس نظریہ میں رہ گئی خامیوں کو دُور کیا۔ یہ سَاری تحقیقات امام احمد رضا فاضل

بریلوی کے عہد میں ہوئیں مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اِن سب سے قبل ۱۸۸۰ء میں ہی
اَیٹم کے بارے میں اپنی تحقیقات ایک کتاب کی شکل میں تحریر فرمائی تھی جسکا نام الکلمتہ
الملھمہ فی الحکمۃ المحکمہ لوہاء فلسفۃ المشئمہ ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ کتاب کافی
تاخیر سے ۱۹۲۰ء میں منظرِ عام پر آئی۔ اور تاریخ کے صفحوں میں ایٹم کی تحقیق کے متعلق جے
جے تھامسَن کا نام صفحۂ اوّل کے ماہرین کی فہرست میں تحریر ہوگیا۔ کاش یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں
ہی منظرِعام پر آجاتی تو یقیناً امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا نام اوّل نمبر پر شمار کیا جاتا۔
غرض کہ امام اہلسنت نے اِس طرح کے عُلوم پر کافی کتاب لکھی ہیں۔

امام احمد رضا عاشِقوں کے سردار اور اس سوادِ اعظم اہلسنّت کے عَلم بَردار تھے
جو کبھی پورے عالمِ اسلام پر چھَایا ہوا تھا۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمانان ہند و پاک میں اہلِ
سنّت و جماعت کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آج سے تقریباً سات
سو برس پہلے کے دینی ماحول کا اپنے ایک شعر میں کچھ اسطرح نقشہ کھینچتے ہیں کہ ـــــ

زَہے ملک مسلماں خیزدو دیں ۔ کہ ماہی سنی خیزداز جوئے۔

ترجمہ:۔ واہ! ہندوستان کیسا مسلمان خیز اور اِسلام کے مُتلاشیوں کا ملک ہے کہ یہاں تو نہر
سے مچھلی بھی جو نکلتی ہے تو وہ بھی سُنّی ہوتی ہے۔

اور تقریباً ساڑھے چار سو سال پہلے کی دینی فضا کا حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ یوں ذکر فرماتے ہیں کہ ـــــ

"تمام سکان آں از اہل اسلام بر عقیدہ حقہ اہل سنت و جماعت اند ونشانے از
اہل بدعت و ضلالت دراں دیار پیدا نیست و طریقہ مرضیہ حنفیہ دارند"۔

ترجمہ:۔ ہندوستان کے تمام مسلمان باشندے اہلِ سنّت و جماعت کے سچّے عقیدے پر قائم
ہیں اور اس ملک میں بَد عقیدوں اور گمراہوں کا نام و نِشان تک نہیں، سب کے سب حنفی ہیں۔

ان حِقائق و شَواہد سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ چند صدیاں پہلے ہندوستان کی
دینی فضا کیسی تھی۔ اور اب جو حال ہے آپ کے سامنے ہے۔ گویا یہ ملک ایک چراگاہ ہیں جہاں
ہر کوئی چرتا پھرتا ہے۔

محمد ابن عبدالوہاب نجدی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ولادت سے تقریباً ڈیڑھ
سو سال قبل نجد میں پیدا ہوئے۔ اِن کی تحریکِ توحید نے جزیرۂ عرب کو متاثر کیا۔ اِس کا
مقصد تصورِ توحید کا اِحیاء اور بِدعتوں کا خاتمہ بتایا گیا۔ ۱۷۴۵ء میں محمد بن سعود کے فوجی
تعاون سے اُنھوں نے اپنی تحریک کا آغاز کیا اور کتاب التوحید نامی ایک کتاب کے ذریعے اپنے

عقائد کی اشاعت کی ۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے قائل نہ تھے ۔ حضور کے روضے اقدس کی زیارت کے ارادے سے حاضر ہونے کو وہ حرام خیال کرتے تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ، اولیا اللہ کا تقرب حاصل کرنا اور ان کے وسیلے سے دعا کرنا ، مزارات پر گنبد بنانا ، فاتحہ ، ایصال ثواب وغیرہ ان کے نزدیک حرام تھے ۔ اِن کاموں کے کرنے والوں کو وہ کافرو مُشرک خیال کرتے تھے ۔

بظاہر ابن عبدالوہاب نجدی نے معاشرے سے بدعات ختم کرنے اور عقیدۂ توحید کو مُستحکم کرنے کی کوشش کی مگر اِس کے لیے جو اُصول اور راہ اِختیار کی وہ یقیناً سراسر غلط تھی ۔ اعلیٰ حضرت محبّتِ رسول اور محبّتِ اولیاء اللہ کو اِیمان کی بہار سمجھتے تھے اُن کے نزدیک دِلوں سے عظمتِ رسول کا مٹ جانا اور بزرگانِ دین سے امت کا بدگمان ہو جانا ایک عظیم المیہ سے کم نہ تھا ۔

ابن عبدالوہاب نجدی کی تحریک سے متاثر ہو کر ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے نجدی تحریک کو فروغ دیا اور کتاب التوحید کی طرز پر ایک کتاب لکھی جسکا نام تقویۃ الاِیمان رکھا ۔ اس کتاب میں لکھی گئی باتوں نے علماء اہلسنت میں ایک ہلچل مچادی کیونکہ اس میں اَنبیاء و اَولیا کی شانِ اقدس میں کھلی ہوئی گستاخیاں تھی ۔ اعلیٰ حضرت نے مولوی اسمعیل و محمد ابن عبدالوہاب کا ردّ کیا اور قرآن و حدیث کے دلائل و براہین سے یہ ثابت فرمایا کہ ان کے عقائد و نظریات سراسر باطل اور اِسلام کے خلاف ہے ۔ بعد میں ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیو بند وجود میں آیا جس سے وابستہ علماء ابن عبدالوہاب و مولوی اسماعیل کے عقائد و نظریات کے پابند تھے ۔ چنانچہ علماء دیو بند نے بھی اپنے اِن اکابر کی ابتداء میں چند کتابیں لکھیں جو بظاہر حق معلوم ہوتی تھی لیکن ساتھ ہی ان میں ایسے کلمات بھی شامل تھے جن سے اللہ رب العزت ۔ انبیاء و اولیاء اللہ کی شان اقدس میں گستاخی کا پہلو بھی موجود تھا ۔ امام احمد رضا شانِ اُلوہیت اور شانِ رِسالت میں ایسے کلمات کا استعمال خلافِ ادب خیال کرتے تھے جو بظاہر حق معلوم ہوں مگر ساتھ ہی گستاخانہ بھی ہو ۔ اس قِسم کے کلمات مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیرُ النّاس ـــــ مولوی رشید احمد گنگوہی کی فتاویٰ رُشیدیہ ـــــ مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الاِیمان ـــــ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی البراہین القاطعہ ـــــ مولوی محمود الحسن کی الجہادُ المقل ـــــ وغیرہ میں موجود تھے ۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے ان سب کا ردّ کیا اور علماء دیو بند کی اِن کتابوں کو علماء حرمین طیبین کے سامنے پیش کیا چنانچہ علماء حرمین طیبین نے آپ سے پورا اتفاق فرمایا اور علماء دیو بند کو انکے باطل عقائد و نظریات کی بنا پر کافر قرار دیا ۔

امام احمد رضا کے عہد میں ہی اَحمدی جماعت بھی وجود میں آئی۔ جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ غلام احمد قادیانی نے نبُوّت کا دَعوا کیا اور ۱۸۸۲ء میں اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ غیر منقسم ہندوستان کے مسلمان ایک نئے فتنے سے دو چار ہوئے۔ مرزا نے انگریزوں کی حمایت پر بڑا زور دیا اور جہاد کا جذبہ مٹایا۔ اِعلان نبُوّت سے انگریز اور ہندو دونوں خوش تھے۔ انگریز اس لیے کہ ہندوستان میں ایسے وقت ان کا حامی و مددگار پیدا ہوا جب اُنکو اس کی سخت ضرورت تھی اور ہندو اس لیے خوش تھے کہ مکّہ معظّمہ کے بجائے قادیان دین کا مرکز ٹھہرا، کیونکہ اُن کو یہ شِکایت تھی کہ مسلمان رہتے ہندوستان میں ہیں اور بات مکّہ مکرّمہ کی کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے اِس فتنے کی طرف فوری توجّہ دی اور متعدد فتوے صادِر کر کے غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی اور اُسکے اِفکار و خیالات پر محققانہ تنقید کی اور اس کا تعاقب کیا۔ اور مسلمانوں کو اُس کے فریب و مکر سے بچانے کے لیے مندرجہ ذیل رسائل لکھیں۔

(۱)۔ الصادم الرّبانی علی اسراف القادیانی (۲)۔ جزاء اللّٰہ عدوہ بآبائہ ختم النبوۃ

(۳)۔ السّوء العقاب علی المسیح الکذاب (۴)۔ قہر الدّیان علی مرتد بقادیان

(۵)۔ المبین ختم النبین (۶)۔ لجراز الدّیانی علی المرتد القادیانی

اِسی طرح جب سرسیّد احمد خاں نے انگریزی تہذیب و تمدن کے محاسن بیان کیئے اور مسلمانو کو اس طرف رَاغِب کیا تو امام احمد رضا نے شِدّت سے مخالفت فرمائی۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی اِنفرادی اور قوی وَحدت کو کھوکر انگریز یا ہندوؤں کے رسم ورواج اور تہذیب و تمدن کو اپنائیں۔ امام احمد رضا نے پوری شِدّت اور قوت کے ساتھ بد عقیدگی و گمراہیت کا اِستیصال کیا اور اِحیاء دینِ مَتین اور اِحیاء سنّت کا اہم فریضہ ادا کیا اِسی لئے عرب کے جلیلُ القدر علماء دین نے اور علماء عَجَم نے بھی آپ کو "مُجدّد" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ۱۹۰۰ء میں پٹنہ میں ایک عظیمُ الشّان جلسہ ہوا جس میں دنیا بھر کے سیکڑوں علماء جمع ہوئے اس جلسے میں امام احمد رضا کو اُن سے بُزرگ علماء کی موجودگی میں مجدّد کے لقب سے یاد کیا گیا۔

امام احمد رضا کے زمانے میں ظاہر ہونے والی تمام نئی نئی تحریکوں کے نتائج آج ہمارے سامنے آچکے ہیں۔ اُن نتائج کو سامنے رکھ کر امام احمد رضا کے فِکر و تدّبر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کوئی صاحب ہمت جواں اِس طرف متوجّہ ہوں۔ امام احمد رضا کے فکر و تدّبر کے عظیم شاہکاروں کو کھنگالیں اُس خدا داد دَانش کا خود نظّارا کریں اور دوسروں کو نظارہ کرائیں۔

یقیناً آج ہم کو امام احمد رضا کی ضرورت ہے ۔ وہ دِلوں کی آواز ہیں۔ وہ وقت کی پکار ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کے دل میں عظمتِ مصطفےٰ کا نقش تمایا۔ اُن کی تصانیف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح سرایت کیا ہوا ہے جیسے بدن میں روح ۔ آپ نے اپنے تحقیقی مقالات و رسائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف کمالات کو اجاگر کیا ہے۔ مثلاً یہ رسائل۔

(۱) سلطنت المصطفےٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۲) الامن و العلی لناعتی المصطفےٰ بدافع البلا (۳) ہدی الحیران فی نفی الفئی عن شمس الاکوان (۴) مبین الھدیٰ فی نفی الامکان مثل المصطفےٰ (۵) تمہید ایمان بایات قرآن ۔۔۔ وغیرہ ۔۔۔

امام احمد رضا نے نہ صرف تحریر بلکہ تقریر کے ذریعہ بھی عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُجاگر کیا ۔ وہ تقریر پر بھی ایسا ہی ملکہ رکھتے تھے جیسا کہ تحریر پر ۔ بدایوں شریف میں آپ نے سورۃ الضحیٰ پر کامل چھ گھنٹے تقریر فرمائی کہ اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کا بیان ہے ۔ ۱۸۸۳ء میں آپ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور فنِ حدیث پر تین ۳ گھنٹے مُسلسل تقریر فرمائی ۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں آپ خود منعقد کرتے تھے اور دوسری محافل میں شریک ہوتے اور ایسی محافل میں اَدباً دو زانو بیٹھے ۔ اور چار چار گھنٹے تقریر فرماتے ۔

حضرت شیخ غلام محمد برہان الدّین مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ۔

"امام احمد رضا خاں کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانوں سے دولت اَبدی حاصل ہوئی اور انھوں نے اِس دولت کو لوگوں میں تقسیم فرمایا"۔

عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کرنے کیلئے آپ نے نظم و نثر دونوں کا سہارا لیا ۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بڑی کامیاب نعتیں لکھیں۔ چنانچہ اِس بات کا شاہد آپ کا نعتیہ دیوان حدائقِ بخشش ہے ۔ ان کے ایک مشہور و مقبول قصیدۂ نوریہ جس کا مُطلع یہ ہے کہ ۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا ۔

یہ قصیدہ جب آستانہ قادریہ (بدایوں) میں پڑھا گیا تو تین گھنٹے میں ختم ہوا اور اہلِ مجلس پر ایک کیف کا عالم طاری رہا۔

حضرت علاّمہ سیّد محمد المعروف مُحدّثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ۔

"ایک مرتبہ لکھنو کے اَدیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدۂ معراجیہ میں نے اپنے

انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے ۔ میں نے اعلان کیا کہ اُردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں اَدیبوں کا فیصلہ اِس قصیدہ کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں ۔ تو سب نے کہا اس کی زبان تو کوثر سے دھلی ہوئی زبان ہے "۔

امام اہلسنت کا سلام ـــ مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ـــ

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام ـــ

ہندوستان و پاکستان کے گوشے گوشے میں پڑھا جاتا ہے بلکہ اب تو برِّ اعظم امریکہ ، افریقہ ، یورپ وغیرہ میں جہاں جہاں سُنّی مسلمان بسے ہوئے ہیں اسکی آواز سنائی دیتی ہے ۔ یُنو کاسل یونیورسٹی کے پروفیسر غیاث الدّین صاحب نے اس سلام پاک کا بڑا کامیاب انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو انگلستان سے اِسلامک ٹائمز میں قِسط وار شائع ہو چکا ہے۔

حضرت علامہ سیّد حسن مارہروی صاحب لکھتے ہیں کہ ـ "اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایک ایک شعر پر پی ۔ ایچ ۔ ڈی کیا جا سکتا ہے ۔ جامعہ اِسلامیہ لاہور کے شیخ الجامعہ مفتی محمد خاں قادری نے سلامِ رضا کی شرح بڑے سائز میں ۴۵۰ صفحات میں قلمبند کی ہے جو شائع ہو چکی ہے ۔ اعلیحضرت کی نعتیہ شاعری کے مختلف پہلوؤں پر بَرمنگھم یُونیورسٹی (انگلستان) ـ کلکتہ یونیورسٹی (انڈیا) ـ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن ـ پنجاب یونیورسٹی لاہور (پاکستان) اور دیگر بہت سی یونیورسٹیوں میں تحقیق کا کام ہوا ہے ۔ اور ہو رہا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے باخبری و خود آگاہی کے ساتھ نعتیں کہی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے ان کی نعت کے کسی لفظ کی مَعنویّت پر اعتراض کیا تو انہوں نے اس کا فَوری طور پر شافی جواب دیا ـ مثلاً ایک واقعہ نقل کرتا ہوں ۔ ۱۹۰۸ء میں کانپور سے ایک شاعر محمد آصف صاحب نے لکھا کہ دیوان حدائقِ بخشش میں ایک نعت کا شعر کہ ـــ

حاجیو ! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو ـــ کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کے کعبہ دیکھو ۔

اس شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ " شہنشاہ " کا استعمال مناسب نہیں اس لیے اس کو بدل دیا جائے ـ اور اسطرح کر دیا جائے کہ ـ

حاجیو ! آؤ مرے شاہ کا روضہ دیکھو ۔

اعلیٰ حضرت نے لفظ شہنشاہ کو صحیح قرار دیا اور اسکی دلیل میں ایک کتاب " فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللّٰہ " تصنیف فرمائی ۔ اور اِس میں سیکڑوں علماء و ائمہ کے اشعار سے ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے لیے شہنشاہ ، ملکُ الملوک ، اور سلطانُ السّلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کرنا درست ہے ۔ اور بزرگانِ دین مثلاً ـ علامہ جلال الدین

رومی، شیخ سعدی، حضرت امیر خسرو، علامہ جامی، حافظ شیرازی، علامہ نظامی، شیخ شہاب الدین، علامہ خیرالدین زرکلی، عبدالرشید کرمانی، شیخ مصلح الدین وغیرہ نے اپنی کتابوں و اشعاروں میں لفظ شہنشاہ کا استعمال کیا ہے۔ غرض کہ اعلیٰ حضرت کے اسطرح کے اور واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی نعتوں میں کس احتیاط سے شعر کہتے تھے

امام احمد رضا علیہ الرحمہ عربی زبان کے ساتھ ساتھ عربی ادب و شاعری پر بھی کمال رکھتے تھے۔ عربی زبان میں آپ کے بہت سے اشعار، منظومات، قصائد اور قطعات ہیں۔ مثلاً کتاب " العسل المصفی فی عقائد ارباب سنته المصطفے " پر ۱۶ اشعار کا عربی قطعہ ہے۔ سن ۱۸۸۳ء میں ربیع الاول کے موقع پر آپ نے عربی میں ایک حمد کہی تھی جو ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ سن ۱۹۰۰ء میں آپ نے ایک طویل عربی قصیدہ "آمال الابرار" لکھا جو ایک سو ساٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ ابو الحسین احمد نوری کی کتاب " سراج العوارف " پر آپ کا گیارہ اشعار کا ایک عربی قطعہ ہے۔ ۱۹۱۹ء میں پیر عبدالغنی امرتسری کے انتقال پر دس اشعار پر مشتمل آپ نے ایک عربی قطعۂ تاریخِ وفات لکھا۔ آپ کے دو بلند پایہ قصائد محامد فضلِ رسول اور حمایدِ فضلِ رسول، " قصیدتان رائعتان " کے نام سے ہندوستان و پاکستان سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے محمد مصطفےٰ خاں رضا المعروف مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی کتاب الطاری الداری کے تیسرے حصے میں آپ کے تقریباً ۲۰۰ عربی و فارسی کے اشعار ملتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں بھی جا بجا عربی اشعار پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مولانا محمود احمد قادری (صوبہ بہار۔ انڈیا) نے امام احمد رضا کے گیارہ سو سے زیادہ عربی اشعار جمع کیے ہیں مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر محی الدین الوائی جو کہ اہل حدیث مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اِس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ۔ " مجھے تعجب ہے کہ امام احمد رضا ایک عظیم عالمِ دین اور سائنس داں ہوتے ہوئے بھی عظیم شاعر تھے "۔

فن شاعری میں مہارت کی وجہ سے اشعار سے متعلق بھی علمی اور فقہی سوالات آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ آپ نے عربی قصائد کی اِصلاح بھی کی چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کے مولانا احمد بخش کے ۱۴۲ اشعار پر مشتمل ایک طویل عربی قصیدے کی اِصلاح فرمائی۔ آپ نے غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدۂ غوثیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اِس میں ترجمہ و شرح کے مجموعی اشعار کی تعداد ۹۲ ہے۔ اور قصیدہ غوثیہ کی عربیت پر ایک تحقیقی رسالہ بھی قلم بند کیا۔ الغرض امام احمد رضا عربی زبان و ادب کے ماہر تھے، مدینہ منورہ میں ایک مجلس میں آپ کے عربی اشعار پڑھے گئے تو اہلِ عرب حیران رہ گئے۔

علماء عرب نے بھی آپ کی عربیت کی تعریف کی ہے۔ چند تاثرات ملاحظہ ہوں۔

شیخ سعید بن محمد علیہ الرحمہ (مدرس مسجد حرام مکہ معظمہ) فرماتے ہیں۔

"(امام احمد رضا کی کتاب) گویا کہ وہ گوہر ہیں کے شیریں لفظوں سے بنے، وَہبی عطیے ہیں کہ زورِ بازو سے نہیں ملتے"۔ (بحوالہ:۔ رسائل رضویہ۔ صفحہ ۱۶۶ـ از امام احمد رضا)

شیخ اسعد دھان علیہ الرحمہ (مکہ معظمہ) فرماتے ہیں۔

"امام احمد رضا نے اپنے روشن بیان سے سحبان فصیحُ البیان کو بے زبان کر دیا"۔

(بحوالہ:۔ حسام الحرمین۔ صفحہ ۱۷۰۔ از امام احمد رضا)

شیخ احمد محمد جَداوی علیہ الرحمہ (مکہ معظمہ) فرماتے ہیں۔

"(امام احمد رضا کا) رسالہ کیا ہے یہ تو خاص سونے کی ڈلی ہے یا یاقوت و زبرجَد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے۔ (بحوالہ:۔ حسام الحرمین۔ صفحہ ۱۷۰۔ از امام احمد رضا)

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (پنجاب پاکستان) نے امام احمد رضا کی عربی نعتیہ شاعری پر پی۔ایچ۔ڈی۔ کیا ہے۔ امامِ احمد رضا کی عربی شاعری پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن، اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں کام ہوا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتابوں کی مقبولیت بھی اب بڑھتی جا رہی ہے۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں رضا اکیڈی (ممبی) نے اعلیٰ حضرت کی ایک سو سے زیادہ کتابیں ایک ساتھ شائع کی ہے۔ اور فتاوی رضویہ کی بھی ایک ساتھ مکمل بارہ ۱۲ جلدیں شائع ہوئی ہے۔ زمین کے ساکن ہونے پر آپ کی مشہور کتاب "فوز مبین در ردّ حرکت زمین" کا انگریزی میں ترجمہ اوپن یونیورسٹی کے جناب پروفیسر ابرار حسین صاحب نے کیا ہے۔ اسی طرح علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کی مشہور زمانہ کتاب "الدّولتہ المکیہ" کی تلخیص و ترجمہ لندن یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر فاطمی نے کیا ہے جسکا انگریزی نام ـ Islamic Concept of Knowlege ہے جو مانچسٹر (انگلستان) سے شائع ہو چکی ہے۔ گجرات کے مولانا عبدُالسّتار ہمدانی صاحب نے آپکی تقریباً دس۱۰ کتابوں کا گجراتی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی زبانوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتابوں کے ترجمے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ناچیز بھی اب تک امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ۱۹ کتابیں ہندی زبان میں ترجمہ و تلخیص کر چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی سیکڑوں کتابیں ایسی ہیں جو ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکی ہیں۔ یہ کام جو کچھ ہوا ہے بہت تھوڑا ہے۔ ابھی سیکڑوں پردے اٹھنے باقی ہے۔

امام احمد رضا ایک محقق و مصنف بھی تھے اور مُفکرّ و مدبّر بھی ۔ آپ کی تصانیف میں مذہبی عقائد و نظریات کے علاوہ مَعاشی ، تعلیمی ،سیاسی اور سائنسی نظریات بھی ملتے ہیں جس سے زندگی پر آپ کی ہمہ گیر گرفت کا اندازہ ہوتا ہے ۔

جہاں تک معاشی نظریات کا تعلق ہے امام احمد رضا کا خیال تھا کہ محض جذبات سے کام نہیں چلتا بلکہ ملکی اِستحکام کے لیے قوم کی صحیح تربیت ،اِخلاق وعادات اور عقائد کی دُرستی کے علاوہ مَعاشی اِستحکام نہایت ضروری ہے ۔ چنانچہ معاشی حالات کی اِصلاح کے لیے سن ۱۹۱۲ء میں آپ نے ایک رسالہ " تدبیر فلاح و نجات و اصلاح " تحریر فرمایا جس میں مسلمانان ہند کے معاشی اِستحکام کے لیے مندرجہ ذیل تاریخی نکات پیش کیے ۔

(۱) مسلمان اپنے معاملات باہم فیصلہ کریں تاکہ مُقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں پس انداز کر سکیں ۔

(۲) بمبئی ، کلکتہ ، رنگون ، مدراس ، حیدر آباد کے توَنگر مسلمان اپنے غرِیب مسلمان بھائیوں کے لیے بینک کھولیں ۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں ۔

(۴) علم دین کی ترویج و اشاعت کی کوشش کریں ۔

الغرض اِسطرح کے سیکڑوں نکات آپ نے اس کتاب میں مسلمانوں کی فلاح کے لیے تجویز کیے ہیں ۔ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی (ایم ۔ ایس ۔ کینڈا) نے امام احمد رضا کے اس رسالہ پر ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا ہے جس میں انھوں نے ان نکات پر معاشی نقطہ ءِ نظر سے تفصیلی بحث کی ہے اور ان کی اہمیت و اِفادیت کو اجاگر کیا ہے ۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ــــ "اِقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء سے ہوتی ہے مگر امام محدث بریلوی نے ۱۹۱۲ء میں اپنے معاشی نظریات پیش کر کے سبقت حاصل کی " ــــ

مسلمان ہند پر امام احمد رضا نے جو اَثرات مُرتّب کیے ہیں وہ نظر اَنداز کرنے کے قابل نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبہ تاریخ کی ایک غیر مُسلم فاضِلہ اُوشا سانیال ، امام اہلسنت اور ان کے ہم مسلک علما کی خدمات اور اثرات پر ڈاکٹریٹ کے لیے ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کی تجویز رکھتے ہوئے اپنی کتاب A History of BareilviMovement in British India میں لکھتی ہیں کہ ــــــ

"I Propose to undertake a historical study of Bareilvis and Ahl-Sunnat movement, which has exerted a strong influence

on Muslims in sub-continent since late 19th Century".

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقائد و افکار میں مُتقدمین اور سلفِ صالحین کے پَیرو تھے آپ نے اپنے دور میں سیاست و مذہب میں تجدید و احیاء کے فرائض انجام دیئے۔ امام احمد رضا ہر بد عقیدہ کو کافر و مشرک سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے اسی لیے زندگی بھر اہلسنّت و جماعت کے عقائد کی حفاظت فرماتے رہے۔ عقیدہ ہی فکری اتحاد کی بنیاد ہے، یہ بکھر گیا تو ملت بکھر گئی۔ دشمنانِ اسلام نے رَخنے ڈال کر ملتِ اسلامیہ کو ٹکڑیوں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ امام احمد رضا ہر تقسیم کے خلاف تھے۔ وہ عالم اسلام کے اتحاد کے داعی تھے۔ سیدھے راستہ سے ہٹ کر نئی نئی راہیں بنانے والوں سے وہ بے زار تھے۔ شریعت کے خلاف معاشرے میں جو رسم و رواج رائج ہوگئے تھے آپ نے ان کی پُرزور مخالفت کی اور اہلسنّت و جماعت کی اصلاح فرماکر انھیں دینِ حَنیف کی طرف متوجّہ کیا۔ آپکے نزدیک شریعت کے علاوہ تمام رَاہیں مَردود اور باطِل تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔۔۔

" یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت مِعیار ہے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پَل ایک ایک لمحے پر مرتے دم تک ہے۔ شریعت عمارت ہے۔ اعتقاد بنیاد۔ اور عمل چُنائی "۔

(بحوالہ:۔ مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء۔ صفحہ ۴۔ از۔ امام احمد رضا)

امام اہلسنت نے مرّوجہ بدعات پر قرآن و سنّت کی روشنی میں نظر ڈالی اور جو بِدعات شریعت کے مخالف نظر آئیں اُن کی شدّت سے مخالفت کی۔

(۱)۔ موجودہ دور میں لوگ مزارات اولیاء پر سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے غیر اللہ کے سجدۂ عبادت کو کفر و شرک قرار دیا اور تعظیمی سجدہ کو حرام قرار دیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک مستقیل کتاب لکھی جسکا نام الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ ہے۔ اس میں آپ نے قرآن و احادیث و اقوال فقہ و بزرگان دین سے سجدۂ تعظیمی کو ناجائز و حرام و گناہ ثابت فرمایا ہے۔ بلکہ آپ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ مزار اولیاء کو چوما بھی نہ جائے کہ یہ بھی شریعت میں منع ہے بلکہ مزار سے چار ہاتھ کی دُوری پر کھڑے رہ کر فاتحہ دی جائے کہ اِسی میں احتیاط ہے۔

(۲)۔ آلاتِ موسیقی کے ساتھ خانقاہوں حتیٰ کہ مزاراتِ اولیاء پر قوالیوں کا عام رواج ہے۔ اعراس وغیرہ میں خاص طور پر اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ امام اہلسنت نے اس قسم کی قوالیوں کو ناجائز و حرام قرار دیا۔ حتیٰ کہ ایسے اِعراس میں جہاں ڈھول باجوں کے ساتھ

قوالیاں ہوتی ہے وہاں شرکت کی بھی ممانعت کی اور مروجہ قوالی کے خلاف آپ نے کتابیں لکھیں۔ جن میں مسائلِ سماع، اور اجلی التبجیر فی حکم السماع و المزامیر مشہور و معروف ہے۔

(۳) ــ آج کل پڑھے لکھے مسلمانوں کے گھروں میں جاندار کی تصویریں لگانے اور مجسّمے سجانے کا عام رواج ہوگیا ہے۔ بعض ان پڑھ مسلمان تبرکاً براق کی اور بزرگانِ دین کی تصویریں بھی لگاتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس کی سختی سے مخالفت کی اور اِسے قرآن و حدیث کے رو سے ناجائز و حرام بتایا۔ اور اس کی ممانعت میں آپ نے شفاء الواله فی صور الحبیب و مزاره و نعاله اور عطایا القدیر فی حکم التصویر نامی رسائل لکھے۔ البتہ حضور اکرم صلیٰ اللہ علیہ و سلم کی نعلینِ مبارک کے عکس اور کسی بزرگ کے گنبد شریف کی تصویر کو جائز و مستحسن قرار دیا۔

(۴) ــ مسلمانوں میں فاتحہ، سوم، چہلم، برسی وغیرہ کا رواج عام ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی اصل کو جائز قرار دیا اور فرمایا کہ مردے کے نام سے ایصال ثواب کیا جائے اور کھانے کو غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپ سوم و چہلم میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل قرار دیتے ہیں اور خصوصاً چہلم کے موقع پر جو عام دعوت کا رواج ہے اسے بدعت و ناجائز و گناہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ دعوتِ چہلم کے ردّ میں آپ نے ایک رسالہ بنام جلی الصّوت لنهی الدعوت امام الموت لکھا۔ اور چہلم کی عام دعوت کو ناجائز و بدعت، اور اس کا کھانا عام لوگوں کے لیے ناجائز ہونا ثابت کیا۔

(۵) ــ مزاراتِ اولیاء پر عورتیں حاضر ہوتی ہیں۔ اسے آپ سخت ناجائز و حرام سمجھتے تھے۔ اور اسکی سختی سے مخالفت فرماتے تھے۔ بلکہ آپ یہاں تک فرماتے ہیں کہ جب عورت کسی بزرگ کی مزار کی زیارت کے لیے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور اللہ و رسول و فرشتوں کی لعنتیں اُس پر پڑتی ہیں اور جب وہ ولی کی مزار پر حاضر ہوتی ہے تو صاحبِ مزار اُس پر لعنت بھیجتے ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ گھر لوٹ کر آتی ہے تو اللہ و رسول کی لعنت میں لوٹتی ہے اور گناہوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے سیکڑوں فتوے لکھے اور خاص ایک مستقیل رسالہ جمل النور فی لنهی النساء عن زیارة القبور نامی لکھا۔ جس میں عورتوں کے مزاراتِ اولیاء و قبرستان جانے کو احادیث کریمہ و اقوال ائمہ سے حرام و ناجائز ثابت فرمایا۔ مگر حضور صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے روضہ مبارک پر حاضری کو مستثنیٰ

قرار دیا۔ کیونکہ عورتوں اور مردوں کا اس دربار میں حاضر ہونا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

(۶) ــ قبروں پر اگربتی و لوبان سلگانا جائز نہیں۔ اسکے خلاف آپ نے فتوئے دیے ــ (تفصیل کے لیے فتاوی رضویہ اور فتاوی افریقہ دیکھیے)

(۷) ــ شادی بیاہ کے موقع پر مسلمانوں میں ڈھول باجے، ناچ گانے، آتش بازی اور سیکڑوں بے ہودہ خلافِ شرع رسم و رِواج رائج ہوگئے ہیں۔ امام احمد رضا نے ان رَسموں کو حرام قرار دیا اور ان سب کے خلاف آپ نے ایک مستقیل کتاب ھادی الناس فی رسوم الاعراس لکھی۔

(۸) ــ دَورِ جدید کی بدعات میں عورتوں کا بے پردہ گھومنا پھرنا۔ نامَحرموں کے سامنے آنا۔ نا محرم پیروں کو محرم سمجھ کر اُن کے سامنے آنا عام ہے۔ امامِ اہلسنت نے ان بدعات کی مخالفت کی اور اس کے ردّ میں یہ رسالہ تصنیف کیا۔ مروج النجالِخروج النساء۔

(۹) ــ پیری مُریدی کو دَھندا بنانے والے فاسِق و جاہِل پیروں کے خلاف آپ نے وقتاً فوقتاً سیکڑوں فتاوے دیے۔ (تفصیل کیلئے فتوی افریقہ کا مطالعہ کرئے)

(۱۰) ــ ایسے جاہِل پیر جو شریعت و طریقت کو دو خانوں میں بانٹ کر اپنا الوّ سیدھا کرتے ہیں۔ امام احمد رضا اس تقسیم کا سختی کیساتھ ردّ کرتے ہیں اور طریقت کو عین شریعت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے جاہِل پیروں کے ردّ میں آپ نے مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء نامی رسالہ تحریر فرمایا۔

الغرض کے امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر مسلمانوں کی اِصلاح فرماتے رہے اور اُنھیں بد عقیدگی و بِدعتوں سے ہٹاکر دین و سنّت کی طرف بلایا۔ آپ کا اہلِ سنّت و جماعت پر احسانِ عظیم ہے جسے قیامت تک بھلایا نہیں جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تو اپنے ہیں غیر بھی آپ کی تعریف میں رطبُ اللِّسان نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ــــ

ہفت روزہ اخبار "چٹان" (پاکستان) نے مولوی اشرف علی تھانوی کے زمانے میں ہی اُن کا یہ بیان چھاپا تھا جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ــ "میرے دل میں احمد رضا کیلئے اِحترام ہے۔ وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشقِ رسول کی بِنا پر کہتا ہے اور کسی غرض سے تو نہیں کہتا"۔

(ہفت روز چٹان۔ بحوالہ:۔ سیرت اعلیٰ حضرت۔ صفحہ ۵۹)

علمائے دیوبند میں ایک بزرگ عالم مولوی محمد زکریا صاحب کہتے ہیں ــ

"اگر احمد رضا نہ ہوتا تو ہندوستان سے حنفیت ختم ہوجاتی"۔ (بروایت مولوی محمد امیر احمد شاہ گیلانی۔ بحوالہ:۔ صاحب انوارِ غوثیہ شرح شمائل ترمذی شریف۔ لپشاور)

ابوالحسن علی ندوی صاحب اپنی کتاب نزہتہ الخواطر کے صفحہ ۴۱ پر مولوی سیّد عبدالحیٔ ندوی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعوی پر ان کا مجموعہ فتاوی رضویہ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی"۔

عبدالحیٔ ندوی کا یہ بیان ہرگز مبالغہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ جزئیات پر غیر معمولی عبور کے متعلق جو عبدالحیٔ ندوی صاحب نے اظہارِ خیال فرمایا ہے اسکی تصدیق فتاوی رضویہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً فتاوی رضویہ کی پہلی جلد میں ہے۔ وہ پانی جس سے وضو جائز ہے امام احمد رضا نے اس پانی کی ۱۶۰ قسمیں بیان کیں اور پانی کے اِستعمال سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان کیں ہیں اور اس طرح کل ۳۳۵ پانی کی قسمیں بیان کی ہے۔ وہ اشیاء جن سے تیمّم جائز ہے ان کی ۱۸۱ قسمیں بیان کیں اور وہ اشیاء جن سے تیمم جائز نہیں ان کی ۱۳۰ قسمیں بیان کیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فتاوی رضویہ کی نظیر نہیں، لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ کے علومِ اِسلامیہ کے پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ اے۔ بَلیان نے جب فتاوی رضویہ کا مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے۔ بین الاقوامی سطح پر پڑھے جانے والے اپنے مقالات میں وہ فتاوی رضویہ سے حوالے پیش کرتے ہیں۔ فتاوی رضویہ میں احادیث سے اتنے شوَاہد پیش کیے گئے ہیں کہ جب امام احمد رضا کے شاگرد و خلیفہ علامہ محمد ظفرالدین رضوی علیہ الرحمہ نے صحیح البہاری کے نام سے یہ احادیث جمع کیں تو چھ جلدوں میں آئیں۔ پہلی اور دوسری جلدیں حیدر آباد سندھ سے چھپ چکی ہے جس کی ہر جلد ۹۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ فتاوی رضویہ کے حوالے سے امام احمد رضا کی فقاہت پر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر علامّہ حسَن رضا خاں اعظمی نے پٹنہ یونیورسٹی سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ (پی۔ ایچ۔ ڈی) کیا ہے۔ علامہ مفتی محمد مکرم احمد نے فتاوی رَشیدیہ اور فتاوی رَضویہ کا عادِلانہ اور فاضِلانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ اُن کا مقالہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی نے شائع کیا ہے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلودار شخصیت کے مالک تھے۔ اُن کی شخصیت کے سیکڑوں پہلو ہیں جسے اِس مختصر مقالے میں بیان کر پانا ممکن نہیں

متعدّد اہلِ علم کا اِس پر اتّفاق ہے کہ امام احمد رضا ایک عظیم عبقری شخصیت کے مالک تھے اور اُنھیں جاننا اور سمجھنا آسان نہیں۔ امام احمد رضا عالمِ اسلام کے عظیم دانائے راز تھے۔ ان کی مومنانہ فراست و بصیرت اپنے زمانے سے آگے دیکھتی تھی۔ انہوں نے جو کچھ کہا، مستقبل نے اُس کی تصدیق کی۔ وہ کون تھے ؟ کیا تھے ؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم نے آج تک ان کو نہ جانا نہ پہچانا۔ آج تقریباً ۷۵ سالوں کی مسلسل تحقیق کے بعد یہ راز کھلا کہ وہ علم و دانش کا ایک سمندر تھے ــــــ اور ہم ابھی تک اس کے ساحل تک بھی نہ پہنچ سکے ہیں۔

امام احمد رضا عمر کے آخری لمحے تک شریعت و طریقت کے متوالوں کو عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جام بھر بھر کر پلاتے رہے۔

سن ۱۳۴۰ ھجری صفر کی ۲۵ تاریخ تھی دن کے ۱۲ بج رہے تھے اعلیٰ حضرت نے جائداد کا وقف نامہ لکھوایا اور اپنے دستخطوں سے مزّین فرمایا اس کے بعد آپنے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں سے سورۂ رَعدَ پڑھوائی جسے بڑے اطمینان سے بغور سنتے رہے۔ پھر یٰسین شریف پڑھوائی ــ ۲ بجے کے بعد پانی طلب فرمایا جو پیش کیا گیا پانی پی کر کلمہ طیبّہ پڑھنے لگے کچھ دیر کے بعد صرف اسمِ جلالت اَللّٰہُ، اَللّٰہُ کا وِرد کیا یہاں تک کہ موذِن نے جمعہ کے خُطبے کی اذان پکاری اور جب اس نے حَیّ علیَ الفَلاَح کی صدا بلند کی ادھر آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور آپ کی روحِ پاک اپنے رفیقِ اعلیٰ کی بارگاہ میں پہونچ گئی ــــ اناللہ و انا الیہ راجعون ــــ

یہ جمعہ کا دن تھا سن ۱۳۴۰ ھجری اور صفر کی ۲۵ تاریخ تھی ۲ بج کر ۳۸ منٹ ہوئے تھے جب کہ دنیاء اسلام میں خطیب منبروں پر خطبوں میں بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِینَ مُحَمَّدٍ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ ــ	اے اللہ اسکی مدد کر جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین کی مدد کی اور ہمیں بھی ان کی ہمراہی کا شرف عطا فرما۔

سگ بارگاہ رضا

محمّد فاروق خاں رضوی

بتاریخ ۲۵ صفر ۱۴۲۱ ھجری